بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

ہماری بیسویں صدی کا گذشتہ نصف اوّل اس پر اگر ایک نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ دور ہماری نشاۃ ثانیہ کا دور تھا جس میں ہر گروہ اور ہر طبقہ میں ایسے باکمال افراد پیدا ہوئے جنھوں نے اس اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا اور ہندوستان میں اسلامی ثقافت اور مسلم کلچر کی رفتار ترقی کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ چنانچہ علما میں مولانا سید محمد انور شاہ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ۔ جدید تعلیم کے حضرات میں ڈاکٹر اقبال مولانا محمد علی۔ حسرت موہانی۔ ایسے ارباب کمال نے علم و فن، ادب و شعر۔ تہذیب و سیاست اور فکر و تخیل ہر میدان میں اپنے ایسے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جو دیر تک قائم رہیں گے۔ لیکن یہ نسل اب آفتابِ لب بام ہے۔ اس نسل کی یادگار اب تک جو چند نفوس باقی ہیں وہ مسلمانوں کی حیاتِ ملی کا بڑی قیمتی سرمایہ ہیں۔ اللہ انہیں دیر تک قائم رکھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے بعد کیا ہوگا؟ کیا نئی نسل میں ایسے افراد موجود ہیں یا ان کے پیدا ہونے کی توقع ہے جو ان بزرگوں کے صحیح معنیٰ میں جانشین ہوں اور ان کی روایاتِ حسنہ کو قائم رکھیں؟ اگر ذرا وسعتِ نظر کے ساتھ موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا جائے تو بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مذکورۂ بالا سوالات کا جواب اثبات میں نہیں ہے۔ یہاں اور شعبوں سے بحث نہیں صرف علوم اسلامیہ و دینیہ سے غرض ہے۔ کہنے کو مدارس عربیہ آج ملک کے گوشہ گوشہ میں ہیں۔ جہاں مجموعی اعتبار سے ہزاروں طلبا تعلیم پا رہے ہیں اور جن پر قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ لیکن حال یہ ہے کہ اربابِ فن کا روز بروز قحط ہوتا جاتا ہے۔ کسی بڑے مدرسہ میں کسی پرانی جگہ کو پر کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملتا جو اس منصب کا حق ادا کر سکے اور جو اپنی علمی وجاہت و شخصیت سے

اس جگہ کے علمی مقتضیات کو باحسن وجوہ پورا کر سکے۔ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل اور سند یافتہ حضرات آج ملک کے گوشہ گوشہ میں ہیں لیکن ان میں کتنے ہیں جن میں حقیقۃً علمی ذوق ہو۔ مطالعہ کا شوق ہو۔ مسائل پر تحقیقی نظر رکھتے ہوں اور جو کتب درسیہ کی بند کوٹھری سے باہر آ کر اسلامی علوم وفنون کی غیر درسی کتابوں سے بھی کوئی واسطہ یا رابطہ رکھتے ہوں۔

اس میں شبہ نہیں کہ انہیں لوگوں میں بڑی اچھی استعداد رکھنے والے بھی ہوتے ہیں لیکن ہمارا احوال ایسا بن گیا ہے کہ یہ لوگ اپنی استعداد سے کام لے کر نہ اپنے اوقات کو علمی تحقیق وتفتیش میں صرف کر سکتے ہیں اور نہ وہ اپنے علمی ذوق کو پروان چڑھا سکتے ہیں۔ اگر کوئی مدرس ہے تو اسے دن بھر میں آٹھ آٹھ نو نو مختلف مضامین کے سبق پڑھانے ہوتے ہیں پھر چونکہ تنخواہ کم ہوتی ہے اس بنا پر اخراجات پورا کرنے کے لئے درس کے علاوہ کوئی اور دوسرا دھندا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ پھر ایسا مصروف شخص اتنا وقت کہاں سے لا سکتا ہے کہ وہ غیر درسی کتابوں کا مطالعہ بھی کرے اور اس کے ذریعہ فنی کمال پیدا کرے۔ علاوہ بریں جس طرح ہمارے فن شعر کو فلم کمپنیوں اور مشاعروں کی کثرت نے تباہ کیا کہ جہاں دو چار شعر اُلٹے سیدھے موزوں کر دینے کے بعد حسن ترنم سے مشاعرہ میں ان کو پڑھ دینے سے یا کسی فلم کمپنی میں بہت ہی ارزاں قسم کے گیت اور غزلیں لکھ دینے سے شعروں کی داد ملنی شروع ہوئی اور شاعر نے سمجھ لیا کہ "ہمچو من دیگرے نیست" اب اس کی بلا کو غرض پڑی کہ فن کا مطالعہ کرے، اساتذہ کے دواوین کو کنگھالے اور اصول فن کا پابند رہ کر مشق سخن بہم پہنچائے۔ اسی طرح ہر مسجد میں ترجمہ قرآن مجید، مذہبی جلسوں کی بھرمار۔ کچھ نیم سیاسی انجمنوں کی سرگرمیاں۔ ان سب کو بھی علمی ذوق کے انحطاط وتنزل میں بہت بڑا دخل ہے۔

علمی انحطاط وتنزل کی یہ رفتار نہایت خطرناک ہے۔ اگر اس کی اصلاح نہیں کی گئی تو ممکن ہے ایک وقت ایسا آجائے کہ ہمارے اسلاف کرام کے علمی خزانے تاریخ کا ایک گم شدہ یا فراموش کردہ ورق ہو کر رہ جائیں اور کوئی بھی ایسا نہ نکلے جو ان کے نام سے بھی

آشنا ہو۔ ایسا دن ہماری قوم اور ملت کی تہذیب اور اس کے کلچر کی موت کا دن ہوگا اور ایک قوم کے کلچر اور اس کا سرمایۂ علمی کی موت خود اس قوم کی موت ہے۔ اس بنا پر مسلمانوں کے ارباب حل وعقد کا فرض ہے کہ اس طرف متوجہ ہوں اور قبل اس کے کہ ہم پر یہ تباہی مسلّط ہو ہم اس کے تحفظ اور بچاؤ کا سروسامان کر لیں۔

ہمارے نزدیک اس کا کامیاب حل یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ ایسی درس گاہوں میں اسلامی تحقیقات کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا جائے جس میں اسلامی علوم و فنون کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کا بڑے سے بڑا ذخیرہ فراہم کیا جائے اور فارغ التحصیل طلبا میں سے دو چار ہونہار۔ ذہین، محنتی اور صاحب ذوق طلبا کا انتخاب کر کے ان سے کسی بڑے عالم اور محقق کی نگرانی میں اس شعبہ میں کام کرایا جائے۔ ہر طالب علم کو کم از کم سو روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائے اور اس کے ذوق اور صلاحیت کے مطابق کسی ایک موضوع کا انتخاب کر کے اس پر اس سے ریسرچ کرائی جائے اور اس شعبہ میں کام کرنے کی مدت کم از کم تین سال رکھی جائے۔ اس کے علاوہ اس کی بھی ضرورت ہے کہ سال بھر میں کم از کم ایک مہینہ کے لئے مدارس عربیہ کا کسی جگہ پر ایک سیمینار قائم کیا جائے جس میں مختلف علوم و فنون کے ماہر اساتذہ شریک ہو کر مختلف مباحث پر لکچر دیں بحث و مباحثہ اور مذاکرہ کریں اور اس طرح طلبا میں علمی ذوق کی تربیت اور اس کی آبیاری کریں۔ بہر حال یہ کام کرنے کا ہے۔ اسے لازمی طور پر ہونا چاہئے۔ معمولی توجہ اور دلچسپی سے اس کا سرانجام پاجانا چنداں مشکل نہیں ہے۔